مولانا قاضی اطہر مبارک پوری

علومِ حدیث

علم غریب الحدیث

محدثین کی اصطلاح میں غریب ایسے کلام کو کہتے ہیں جو مطلب اور منشا کے اعتبار سے بعید الفہم ہو، غور وخوض اور لغت کی مراجعت کے بعد سمجھ میں آئے۔ علم غریب الحدیث کی تاریخی وضاحت کے لیے ہم علامہ ابن اثیرؒ کی کتاب النہایہ کی ابتدائی بحث کو اختصار کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔

عہدِ رسالت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم افصح العرب ہیں، فصلِ خطاب آپ کا امتیازی مقام ہے۔ اختلافِ لغات، فرقِ لہجات اور کثرتِ قبائل وشعوب کے باوجود عرب آپ کے مخاطبِ اول تھے، ان میں سے ہر شخص آپ کی گفتگو سمجھتا تھا۔ خدمتِ نبوی میں حاضر باش صحابہ کرام اور باہر سے آنے والے بدوی وحضری وفود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کا مفہوم سمجھ جاتے تھے۔ جس بات کو نہ سمجھتے آپ سے دریافت کرتے، اور آپ بتا دیتے تھے، احادیثِ نبویہ کے تفہیم وتفہم کا یہ طریقہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ تک جاری رہا۔

عہدِ صحابہؓ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دور میں بھی تقریباً یہی طریقہ رائج تھا۔ عربی زبان صحابہ کے دور تک دخیل وجدید اور معرب الفاظ سے محفوظ تھی، جب عرب فاتحین

و مبلغین مختلف بلاد و امصار میں گئے، روم، فارس، نبط اور حبش وغیرہ غیر اجناس سے ملے اور ان کے ملکوں کو فتح کر کے ان میں اپنے علوم و معارف پھیلائے، تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ زبانوں میں اختلاط ہوا، عربی زبان دوسری زبانوں سے متاثر ہوئی، غیر عرب مسلمان ہوئے، ان کی اولاد نے عربی علوم کی تحصیل کی غرض سے بقدر ضرورت عربی زبان سیکھی، اس کے جو الفاظ و محاورات ان کے نزدیک اہم اور ضروری تھے، ان کو سیکھا، جو لغات و محاورات اور کلمات ان کے نزدیک غیر ضروری تھے، ان کو حاصل نہ کر سکے۔ عہدِ صحابہ تک یہ معاملہ یونہی چلتا رہا اور صحابہ کرامؓ اس دور کی ضرورت کو بڑی حد تک پورا کرتے رہے۔

عہدِ تابعین

اس کے بعد تابعین رحمہم اللہ کا دور آیا اور وہ حضرات بھی اس معاملہ میں صحابہ کرام کے نقش قدم پر چلتے رہے، حالانکہ تابعین عربی لغات و محاورات میں عام طور سے صحابہ سے کم درجہ رکھتے تھے۔ ابھی کبار تابعین کا زمانہ (۱۵۰ھ تک) گزرنے نہ پایا تھا کہ عجم کی فتوحات و تعلقات کی وجہ سے عربی زبان میں عجمیت کے اثرات ظاہر ہونے لگے۔ خالص عربی زبان کے جاننے والے اور اس کے محافظ خال خال رہ گئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ لوگ خالص عربیت کے الفاظ و محاورات سے غافل ہو گئے۔ جو غریب و مشکل الفاظ عام طور سے عصر اول میں مستعمل تھے اور جن کا جاننا متاخرین کے لیے ضروری تھا، ان سے لوگ رفتہ رفتہ ناآشنا ہو گئے۔

دوسری صدی

جب اس غفلت یا لسانی انحطاط کی وجہ سے احادیث نبویہ کے سمجھنے میں دشواری پیدا ہونے لگی، تو کچھ حضرات نے اس صورتِ حال کے مقابلہ کے لیے حدیث کے غریب الفاظ میں کتابیں لکھیں اور ان کی توضیح و تشریح کی۔ کہا جاتا ہے کہ اس فن میں تصنیف کی اوّلیت کا سہرا ابو عبیدہ معمر بن مثنّی بصری (م: ۲۱۰ھ) کے سر ہے، جنہوں نے حدیث و اثر کے غریب الفاظ کو ایک چھوٹی سی کتاب میں جمع کیا، کیونکہ اس وقت تک لوگوں میں غریب الفاظ سے لاعلمی بہت زیادہ نہیں تھی۔ دوسرے یہ کہ اس فن کی یہ پہلی کتاب تھی اور ہر فن کی ابتدائی کتاب اسی قسم کی ہوتی ہے۔ پھر بعد میں اس میں ضخیم کتابیں لکھی جاتی ہیں، جیسا کہ اس فن میں بھی ہوا۔ اس کے بعد ابو الحسن نضر بن

شمیل نازنی (م:۲۰۴ھ) نے اس موضوع پر ایک کتاب لکھی جو ابوعبیدہ کی کتاب سے بڑی تھی اور مختصر ہونے کے باوجود اس میں تفصیل تھی۔

اس کے بعد عبدالملک بن قُریب اصمعی نے ایک کتاب لکھی، جس میں ابوعبیدہ کی کتاب سے زیادہ غریب الفاظ تھے۔ اصمعی کی یہ کتاب بہت عمدہ تھی، اس کے بعد ائمۂ لغت وفقہ نے چھوٹی چھوٹی کتابیں لکھیں، جن میں احادیث کے معانی ولغات پر کلام کیا، لیکن ان کتابوں میں تقریباً ایک ہی قسم کی حدیثیں ہوا کرتی تھیں۔ اس دور کا کوئی مصنف اس فن میں امتیازی درجہ نہ پاسکا، یہ حضرات امام لغت قطرب (م:۲۰۶ھ) کے طبقے سے تھے۔

تیسری صدی

دوسری صدی تک غریب الحدیث میں تصنیف وتالیف کا یہی سلسلہ جاری رہا، یہاں تک کہ تیسری صدی میں امام ابوعبیدہ قاسم بن سلاّم (م:۲۲۴ھ) کا زمانہ آیا اور انہوں نے اپنی مشہور کتاب غریب الحدیث لکھی، اس تصنیف میں امام موصوف نے اپنی زندگی ختم کردی اور چالیس سال کی مدت میں یہ کتاب لکھی، جو اس باب میں نہایت بہتر مانی گئی ہے۔ اس میں بہت سی احادیث وآثار کے معانی وفوائد پر سیر حاصل بحث ہے۔ ابوعبیدہ کا خیال ہے کہ انہوں نے اس کتاب میں تمام اہم غرائب کو جمع کردیا ہے۔ یہ کتاب علمائے حدیث وفقہ میں نہایت مقبول ہوئی۔ دنیا میں پہلی بار ۱۳۸۷ھ میں چار جلدوں میں حیدرآباد سے طبع ہوکر شائع ہوئی ہے۔

اس کے بعد ابومحمد عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ (م:۲۷۶ھ) کا زمانہ آیا تو ابن قتیبہ نے اپنی مشہور کتاب غریب الحدیث لکھی، اس میں انہوں نے ابوعبیدہ قاسم بن سلاّم کی کتاب سے بقدر ضرورت ہی اخذ واستفادہ کیا ہے، یہ کتاب ابوعبیدہ کی کتاب کے مثل یا اس سے بڑھ کر مانی گئی، ابن قتیبہ نے اپنی کتاب کے مقدمے میں لکھا ہے کہ مجھے امید ہے کہ ان دونوں کتابوں کے بعد غریب احادیث کے لیے مزید گفتگو کی گنجائش باقی نہیں رہے گی۔ یہ کتاب بھی حال ہی میں مصر سے چھپ کر شائع ہوئی ہے۔

اس کے بعد ابن قتیبہ کے معاصر امام ابراہیم بن اسحاق حربی (م:۲۸۵ھ) نے ایک کتاب لکھی، جس میں متون اور اسانید کا ذکر نہایت تفصیل سے بیان کیا ہے۔ اس کے بعد اس فن میں

لوگوں نے کثرت سے کتابیں لکھی ہیں، جن میں مبرّد (م:۲۸۵ھ)، ثعلب (م:۲۹۱ھ)، محمد بن قاسم انباری (م:۳۲۸ھ)، سلمہ بن عاصم نحوی، عبدالملک بن حبیب مالکی، محمد بن حبیب بغدادی وغیرہ ائمۂ نحو ولغت اور ماہرینِ حدیث وفقہ کی کتابیں زیادہ مشہور ہیں۔

چوتھی صدی

امام محمد بن احمد خطّابی (م:۳۷۸ھ) تک اس فن کی یہی تصنیفی رفتار رہی اور امام موصوف نے بھی اپنی مشہور کتاب غریب الحدیث لکھی، جس میں ابوعبیدہ اور ابن قتیبہ کا انداز واسلوب اختیار کیا اور کوشش کی کہ ان دونوں ائمہ کی کتابوں میں جو حدیثیں ہیں، انہیں بھی جمع کر دیں۔ چنانچہ احادیث وآثار کے غرائب میں یہی تینوں کتابیں اُمّہاتِ کتب مانی گئیں اور علماء میں مقبول ہوکر معتمد ٹھہریں، مگر یہ تینوں اور دوسری کتابیں جو اس فن میں لکھی گئی تھیں، یوں ترتیب وار نہیں تھیں کہ آدمی جو حدیث چاہے آسانی سے تلاش کر لے، امام حربی کی کتاب اگرچہ ترتیب وار تھی مگر طوالت اور مشکل ترتیب کی وجہ سے حدیثوں کی تلاش اس میں بھی مشکل تھی۔

اس کے بعد امام خطّابی کے معاصر اور ان کے طبقہ کے مشہور عالم ابو عبیدہ ہروی (م:۴۰۱ھ) نے ایک کتاب لکھی، جس میں قرآن وحدیث کے مشکل وغریب الفاظ کو جمع کیا اور اپنے پیش رؤوں سے الگ راہ اختیار کر کے عمدہ ترتیب قائم کی، لغت کے مشکل وغریب الفاظ کو حروفِ معجم کی ترتیب پر جمع کیا، اس میں قدما کی کتابوں کی طرح متون واسانید کی بھرمار نہ تھی۔ قدما کی تمام غریب حدیثوں کے ساتھ اضافہ بھی کیا، البتہ غریب الالفاظ ہونے کی وجہ سے ایک حدیث کو مختلف مقامات میں بیان کیا، اس کے باوجود یہ کتاب علماء کے نزدیک وضع واحاطہ کے اعتبار سے بڑی شہرت واعتماد کی مالک ہوئی۔ بعد کے لوگوں نے اس پر استدراک لکھا اور اسی کے اسلوب پر اور کتابیں لکھی گئیں۔

بعد کی کتابیں

بعد میں بھی اس فن میں تدوین وتالیف کا سلسلہ جاری رہا، حتی کہ علامہ ابوالقاسم محمود بن عمر جار اللہ زمخشری معتزلی (م:۵۳۸ھ) نے ''الفائق'' تصنیف کی، جو اپنے موضوع پر نہایت کامیاب کتاب ہے۔ علامہ نے اس کی ترتیب مقفّی حروف پر رکھی اور ایک لفظ کی مناسبت سے ایک

ہی حدیث کو متعدد مقامات میں بیان کر کے اس کے غریب الفاظ کی توضیح وتخریج کی، اس لیے اس کتاب میں بھی احادیث کی تخریج وتلاش مشکل تھی، اسی وجہ سے امام ہروی کی کتاب اس بارے میں الفائق سے زیادہ بہتر مانی گئی ہے، حالانکہ ہروی کی کتاب میں بھی ایک حدیث کے الفاظ مختلف مقامات پر آئے ہیں۔

اسی طرح ابوموسیٰ محمد بن ابوبکر مدینی اصفہانی (م:۵۸۱ھ) نے ایک کتاب لکھی، جس میں قرآن وحدیث کے ان غریب الفاظ کو جو ہروی کی کتاب میں نہیں آسکے تھے، ان ہی کے طرز پر جمع کیا، نیز ابوالفرج عبدالرحمٰن بن علی جوزی (م:۵۱۴ھ) نے ایک کتاب میں صرف احادیث کے غریب الفاظ کو جمع کیا اور اس میں امام ہروی کا طریقہ اختیار کیا۔ ابن جوزی کی کتاب ہروی کی کتاب سے مختصر ہے۔ انہوں نے معمولی اضافہ کیا ہے، بخلاف ابوموسیٰ مدینی کے، کہ انہوں نے ہروی کی کتاب سے بہت کم اخذ واستفادہ کیا ہے، بلکہ مستقل کتاب لکھی ہے۔

اس کے بعد علامہ مجدالدین ابن اثیر (م:۶۰۶ھ) نے اس فن میں اپنی کتاب النہایۃ فی غریب الحدیث والاثر لکھی، انہوں نے اس میں ہروی اور ابوموسیٰ کی کتابوں کو جمع کر کے صحاح، سنن، جوامع، مصنفات اور مسانید سے مزید اضافہ کیا اور ہروی کے حوالے کے لیے ''ہ'' اور ابوموسیٰ کے لیے ''س'' مقرر کیا، بعد میں محمود بن ابوبکر ارموی (م:۷۲۳ھ) نے نہایہ پر ذیل کے طور پر ایک کتاب لکھی اور عیسیٰ بن محمد صفوی (م:۷۲۳ھ) نے اس کا اختصار کیا، جو تقریباً نہایہ کا نصف ہے۔ امام جلال الدین سیوطی (م:۹۱۱ھ) نے نہایہ کی ایک تلخیص ''الدر النثیر تلخیص نہایۃ ابن الاثیر'' کے نام سے لکھی، نیز سیوطی نے نہایہ پر تذییل اور تذنیب بھی لکھی، اس موضوع پر سب سے زیادہ جامع اور انفع کتاب ''مجمع بحار الانوار'' شیخ محمد بن طاہر بن علی پٹنی گجراتی کی ہے، علامہ محمد طاہر نے اس کتاب میں گزشتہ تمام کتابوں کا نچوڑ جمع کر کے مزید مفید اضافے کیے، اپنی تصنیف کے زمانہ ہی سے یہ کتاب علماء ومحدثین میں معتبر ومستند مانی گئی اور متداول رہی۔ واقعہ یہ ہے کہ اس کتاب کی وجہ سے علامہ گجراتی کا احسان عظیم علماء پر ہے، متعدد بار ہندوستان سے چھپ چکی ہے، مگر افسوس کہ اس میں مطبعی اغلاط بہت زیادہ ہیں اور اب حجاز کے پٹنی تجار کی طرف سے حیدرآباد میں تحقیق وتصحیح کے بعد شائع ہوئی ہے۔

علم اسماء الرجال

اسماء الرجال کا علم نہایت مہتم بالشان بلکہ حدیث کا نصف علم ہے، کیونکہ حدیث متن اور سند کا نام ہے۔ اسماء الرجال سند کے رواۃ ورجال کی معرفت کا نام ہے، اس علم میں مختلف انواع ہیں، جن میں بے شمار کتابیں ہیں، جن میں سے بعض میں صرف صحابہ کرام کا تذکرہ ہے، بعض میں عام رواۃِ حدیث کا حال ہے، بعض خاص قسم رواۃ کے حال میں ہیں، جیسے ثقات، ضعفا، حفاظ، مدلّسین، وضّاعین، بعض کتابوں میں راویوں کے صرف اسما وانساب ہوتے ہیں یا صرف وفیات کا ذکر ہوتا ہے اور بعض کتابیں موتلف ومختلف اور متفق ومفترق کے موضوع پر ہوتی ہیں۔

اسماء الصحابہ

صحابہ کے حالات میں سب سے پہلے امام بخاری (م:۲۵۶ھ) نے مستقل کتاب لکھی، جس میں اسمائے صحابہ کو ذکر کیا، اس کے بعد امام بخاری کے مشائخ کے طبقے کی ایک جماعت نے اسمائے صحابہ کے ساتھ اپنے شیوخ کا ذکر کیا، چنانچہ ماہر انساب محدث خلیفہ بن خیاط (م:۲۴۰ھ) اور محمد بن سعد واقدی (م:۲۳۰ھ) نے طبقات کے نام سے اس فن میں کتابیں لکھیں۔ تاریخ کبیر امام بخاری حیدر آباد میں، طبقاتِ ابن سعد یورپ اور بیروت میں اور طبقات خلیفہ شام میں، تینوں کتابیں طبع ہوچکی ہیں، نیز واقدی اور خلیفہ کے معاصرین میں یعقوب بن سفیان (م:۲۷۷ھ) اور ابوبکر بن ابی خثیمہ (م:۲۷۹ھ) نے بھی اس موضوع پر کتابیں لکھیں۔

اس کے بعد علماء کی ایک جماعت نے خاص طور سے صحابہ کے حالات میں کتابیں تصنیف کیں، جن میں حافظ عبداللہ بن محمد بن عبدالعزیز بغوی (م:۳۳۰ھ)، حافظ ابوبکر عبداللہ بن داؤد (م:۳۱۶ھ)، علی بن السکن (م:۳۵۳ھ)، ابوبکر عمر بن احمد المعروف بہ ابن شاہین (م:۳۸۵ھ)، ابومنصور ماروری، ابو حاتم رازی، ابن حبّان (م:۳۵۴ھ)، سلیمان بن احمد طبرانی (م:۳۶۰ھ)، عبداللہ بن مندہ (م:۳۵۵ھ) اور حافظ ابونعیم (م:۴۶۳ھ) زیادہ مشہور ہیں۔

پھر ابو یوسف عمر بن عبدالبر اندلسی (م:۴۶۳ھ) نے "الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب"

لکھی۔ امام ابن عبدالبر کا خیال تھا کہ انہوں نے اپنے دور سے پہلے کے مصنفین کی کتابوں کے جملہ محتویات کا استیعاب کرلیا ہے، مگر اس کتاب میں سب صحابہ کے حالات نہ آسکے اور بہت سے غیر صحابی کے حالات آگئے، اس لیے کئی علماء نے الاستیعاب کا ذیل لکھا، ان میں ابوبکر بن فتحون کا ذیل بہت طویل تھا، الاستیعاب حیدرآباد سے طبع ہوچکی ہے۔ اسی طرح ابوموسیٰ مدینی نے ابن مندہ کی کتاب کا ذیل لکھا، ساتویں صدی تک ان دونوں حضرات کی کتابوں پر ذیل لکھنے کا سلسلہ جاری رہا کہ اسی درمیان میں علامہ ابن اثیر (م:۶۳۰ھ) نے ایک بڑی کتاب ''اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ'' کے نام سے تصنیف کی جو کئی جلدوں میں ہے، اس میں متقدمین کے جملہ محتویات کو درج کردیا، مگر اسی کے ساتھ ان کی کتابوں کے اوہام کو بھی ذکر کردیا، نتیجہ یہ ہوا کہ بہت سے صحابہ کا تذکرہ کرنا رہ گیا اور بہت سے غیر صحابہ کا ذکر آگیا، علامہ ذہبی (م:۷۴۸ھ) نے اسد الغابہ کے اسماء کی تجرید کرکے اس میں کچھ اضافہ بھی کیا اور اوہام پر تنبیہ بھی کی، پھر بھی ذہبی کی یہ کتاب اس بارے میں کامل ومکمل نہ ہوسکی، اسد الغابہ مصر میں چھپی ہے اور اسی کا فوٹو اصفہان میں چھپا ہے، مگر متعدد مقامات پر حاشیے پر ایسی عبارتیں درج کردی گئی ہیں جن سے شیعیت کے حق میں ذہن سازی ہوتی ہے، اس کا اردو ترجمہ مولانا عبدالشکور صاحب لکھنویؒ نے کیا ہے، جو چھپ گیا ہے، تجرید اسماء الصحابہ حیدرآباد سے چھپی ہے اور اسی کی نقل بمبئی میں ہوئی ہے۔

اس کے بعد حافظ ابن حجر (م:۸۵۲ھ) نے آٹھ جلدوں میں ''الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ'' لکھی، جس میں الاستیعاب، اسد الغابہ اور ان کے تمام ذیول کو جمع کرنے کے ساتھ ساتھ بہت سے اسما کا اضافہ کیا، اوہام واغلاط کی نشاندہی کی اور ترتیب وتہذیب کا پورا اہتمام کیا۔ ابن حجر کے تلمیذِ رشید علامہ جلال الدین سیوطی (م:۹۱۱ھ) نے عین الاصابہ کے نام سے الاصابہ کی تلخیص کی۔

یہ عام صحابہ کے حالات میں کتابیں ہیں۔ مخصوص صحابہ کے تذکرے میں بھی کتابیں لکھی گئیں، چنانچہ بخاری ومسلم نے ایسے صحابہ کے حالات لکھے جن سے صرف ایک ہی حدیث مروی ہے۔ امام یحییٰ بن عبدالوہاب بن مندی اصفہانی (م:۵۱۱ھ) نے ایک کتاب اُن صحابہ کے حالات میں تصنیف کی جو ایک سو بیس سال تک زندہ رہے، راقم نے **العقد الثمین فی فتوح الهند، ومن ورد فیها من الصحابة والتابعین** لکھی، جس میں ان صحابہ کے حالات ہیں

جو غزوات وفتوحات کے سلسلے میں ہندوستان میں تشریف لائے۔ اسماء الرجال پر مسلمانوں نے بے شمار چھوٹی بڑی کتابیں لکھی ہیں۔ اس فن میں بھی دنیا کی کوئی قدیم وجدید قوم ان کی ہم سری نہیں کرسکتی ہے۔ احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر مسلمانوں نے چار لاکھ سے زائد راویوں اور عالموں کے حالات قلم بند کیے ہیں، یہاں تفصیل کی گنجائش نہیں ہے۔

علم جرح وتعدیل

اس علم میں رجال ورواۃِ حدیث کے احوال سے خاص خاص الفاظ میں بحث کی جاتی ہے، جن سے ان راویوں کے درجات ومراتب معلوم ہوتے ہیں۔ رجال کے بارے میں جرح وتعدیل کے الفاظ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، بہت سے صحابہ اور تابعین سے منقول ہیں۔ اس کا مقصد لوگوں پر طعن وتشنیع ہرگز نہیں ہے، بلکہ صیانتِ حدیث کے لیے ان کے راویوں کی جانچ پڑتال کی گئی ہے اور یہ جائز ہے۔ جس طرح گواہوں کی جرح ہوتی ہے اسی طرح رواۃِ حدیث کی جرح ہوتی ہے، بلکہ ذاتی حقوق واموال کی حفاظت وصیانت سے زیادہ ضروری امر عام دینی معاملات کی دیکھ بھال ہے۔

پہلی صدی

اس فن میں بہت سے علماء ومحدثین کے اقوال اور کلام ہیں، ان کا احصاد شوار ہے، ابن عدی (م:۳۶۵ھ) نے اپنی کتاب الکامل کے مقدمے میں اپنے زمانہ تک کے ائمۂ جرح وتعدیل کے نام دیئے ہیں۔ قرن اول میں حضرات صحابہ میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ (م:۶۸ھ)، حضرت عبادہؓ بن صامت (م:۳۴ھ)، حضرت انس بن مالکؓ (م:۹۳ھ) اور تابعین میں امام شعبی (م:۱۰۰ھ)، امام محمد بن سیرین (م:۱۱۰ھ)، امام سعید بن مسیب (م: بعد ۹۰ھ) ائمہ جرح وتعدیل ہیں۔

یہ حضرات بعد کے ائمہ جرح وتعدیل کے مقابلے میں بہت کم ہیں، وجہ یہ ہے کہ انہوں نے صحابہ سے حدیث کی روایت کی اور تمام صحابہ عادل وثقہ ہیں۔ غیر صحابہ یعنی تابعین بھی ثقات میں سے ہیں، اس دور میں کوئی غیر ثقہ راوی مشکل ہی سے ملے گا۔

دوسری صدی

البتہ دوسری صدی کے درمیانی طبقے کے تابعین میں کچھ ضعفا پیدا ہوگئے، یعنی احادیث اور ضبط وتدوین کے سلسلے میں ان میں کچھ ضعف آگیا اور انہوں نے مراسیل کی روایت کی، موقوف احادیث کو مرفوع سمجھ کر بیان کیا، ورنہ وہ اپنی ذات وصفات کے اعتبار سے ضعفا میں نہیں تھے اور ان حضرات میں کوئی کمی نہیں تھی، بلکہ ان کی روایت کے طریقے کچھ ضعیف تھے۔ ان میں ابو ہارون عبدری (م:۱۴۳ھ) وغیرہ شامل ہیں، تابعین عظام کے آخری طبقے کے زمانے میں (حدود ۱۵۰ھ) ائمہ حدیث کی ایک جماعت نے کھل کر جرح وتعدیل میں کلام کیا، امام اعمش (م:۱۴۸ھ) نے ایک جماعت کی تضعیف اور دوسری جماعت کی توثیق کی، امام شعبہ نے رجالِ حدیث میں غور کر کے کلام کیا، شعبہ نہایت ثقہ تھے اور عموماً ثقہ راویوں سے روایت کرتے تھے، اسی طرح امام مالک (م:۱۷۹ھ) نے بھی اس فن میں کلام کیا، اس دور میں معمر (م:۱۵۳ھ)، ہشام دستوائی (م:۱۵۴ھ)، اوزاعی (م:۱۵۶ھ)، سفیان ثوری (م:۱۶۱ھ)، ابن ماجشون (م:۱۱۳ھ)، حماد بن سلمہ (م:۱۶۷ھ)، لیث بن سعد (م:۱۷۵ھ) وغیرہ نے رواۃِ حدیث میں کلام کیا۔

اس طبقے کے بعد عبد اللہ بن مبارک (م:۱۸۱ھ)، ہشیم بن بشیر (م:۱۸۸ھ)، ابو اسحاق فرازی (م:۱۸۵ھ)، معافی بن عمران موصلی (م:۱۸۵ھ)، بشر بن مفضل (م:۱۸۶ھ)، اور سفیان بن عیینہ (م:۱۹۷ھ) وغیرہ تھے۔ ان ائمہ کے زمانے میں جرح وتعدیل کا ایک دوسرا طبقہ پیدا ہوا، جس میں ابن عُلَیّہ (م:۱۹۳ھ)، ابن وہب (م:۱۹۷ھ)، اور وکیع بن جراح (م:۱۹۷ھ) وغیرہ تھے۔ اس دور میں جرح وتعدیل کے دو جلیل القدر امام پیدا ہوئے، یحییٰ بن سعید القطان (م:۱۸۹ھ) اور عبد الرحمٰن بن مہدی (م:۱۹۸ھ)، ان دونوں اماموں پر علمائے حدیث نے اس بارے میں پورا اعتماد کیا، جسے انہوں نے مجروح یا ثقہ قرار دیا وہ امت کے نزدیک مجروح یا ثقہ مانا گیا اور جس کے بارے میں انہوں نے اختلاف کیا اس کے بارے میں امت نے ان کے رجحان پر عمل کیا۔

تیسری صدی

اس کے بعد اس فن میں ایک دوسرا طبقہ پیدا ہوا، جو مرجع ٹھہرا، اس میں یزید بن ہارون

(م:۲۰۶ھ)، ابو داؤد طیالسی (م:۲۰۴ھ)، عبد الرزاق بن ہمام صنعانی (م:۲۱۱ھ)، ابو عاصم ضحاک (م:۲۱۲ھ) شامل ہیں۔اس کے بعد علم جرح وتعدیل میں مستقل تصنیفات کا سلسلہ شروع ہوا، جن میں رواۃِ حدیث کے حالات بلاکم وکاست ظاہر کیے گئے، اس دور میں اس فن کی سیادت ایک جماعت کو ملی جس میں یحییٰ بن معین (م:۲۳۳ھ) وغیرہ شامل ہیں۔بعض رجال کے متعلق ابن معین کے الفاظِ جرح وتعدیل مختلف ہیں۔ان ہی کے طبقے میں امام احمد بن حنبل (م:۲۴۱ھ) ہیں، آپ کے تلامذہ نے رجالِ حدیث کے بارے میں سوالات کیے اور آپ نے اظہار خیال فرمایا، امام احمد کی ''کتاب العلل ومعرفة الرجال'' ان کے صاحبزادے عبداللہ کی روایات سے ہے اور ترکی میں چھپی ہے، محمد بن سعد (م:۲۳۰ھ) نے الطبقات الکبریٰ میں رجال پر گفتگو کی ہے اور ان کا کلام اس بارے میں مستند مانا جاتا ہے۔ابوخیثمہ زہیر بن حرب (م:۲۳۴ھ) نے بھی جرح وتعدیل کے باب میں کلام کیا ہے۔حافظ خبریرہ ابوجعفر عبداللہ بن محمد البیل بھی اس فن کے مستند عالم تھے، ان کے متعلق ابو داؤد کا قول ہے کہ میں نے ان سے بڑھ کر حافظ الحدیث نہیں دیکھا۔علی بن مدینی (م:۲۳۴ھ) کی علل اور رجال پر کئی کتابیں ہیں۔محمد بن عبد اللہ بن نمیر (م:۲۳۴ھ)۔ابوبکر بن ابی شیبہ (م:۲۳۵ھ)۔عبداللہ بن عمرو قواریری (م:۲۳۵ھ)۔امامِ خراسان اسحاق بن راہویہ (م:۲۳۷ھ)۔حافظ ابوجعفر محمد بن عبداللہ بن عمار موصلی (م:۲۴۲ھ) حافظِ مصر احمد بن صالح (م:۲۴۸ھ)۔ہارون بن عبداللہ حمال (م:۲۴۳ھ)۔یہ تمام حضرات ائمہ جرح وتعدیل ہیں اور راویوں کے بارے میں ان کے اقوال مستند ومعتبر مانے جاتے ہیں۔ان ہی حضرات سے متصل اس فن میں ایک اور طبقہ پیدا ہوا جس میں امام اسحاق کوسج (م:۲۵۱ھ)۔امام دارمی (م:۲۵۵ھ)۔امام بخاری (م:۲۵۶ھ) اور نزیلِ مغرب حافظ عجلی (م:۲۶۱ھ) شامل ہیں۔اس کے بعد کے طبقے میں ابوزرعہ رازی (م:۲۶۴ھ)، ابوحاتم رازی (م:۲۷۷ھ) امام مسلم (م:۲۶۱ھ)۔ابوداؤد سجستانی (م:۲۷۵ھ)۔بقی بن مخلد (م:۲۷۶ھ)۔ابوزرعہ دمشقی (م:۲۸۱ھ) وغیرہ ہیں۔پھر عبدالرحمٰن بن یوسف بغدادی علمِ حدیث کی معرفت وجامعیت میں ابوحاتم رازی کے ہم پایہ ہیں، ابراہیم بن اسحاق حربی (م:۲۸۵ھ)، محمد بن وضاح (م:۲۹۰ھ) حافظِ قرطبہ ابوبکر بن ابی عاصم (م:۲۸۷ھ)، عبداللہ بن امام احمد بن حنبل (م:۲۹۰ھ)، صالح جزرہ (م:۲۹۳ھ)، ابوبکر بزار (م:۲۹۲ھ)، محمد بن نصر مروزی (م:۲۹۴ھ)، محمد بن عثمان بن

ابی شیبہ (م:۲۹۷ھ) ہیں۔

چوتھی صدی

ان کے بعد ابو بکر فریابی، امام نسائی (م:۳۰۳ھ)، ابویعلیٰ (م:۳۰۷ھ)، ابوالحسن سفیان ابن خزیمہ (م:۳۱۱ھ)، محمد بن جریر طبری (م:۳۱۰ھ)، دولابی (م:۳۱۱ھ)، ابو عروبہ حرّانی (م:۳۱۸ھ)، ابوالحسن احمد بن عمیر، احمد بن نصر بغدادی (م:۳۲۳ھ) وغیرہ۔ پھر ابو حاتم بن حبّان بُستی (م:۳۵۴ھ)، طبرانی (م:۳۹۰ھ)، ابن عدی جرجانی (م:۳۶۵ھ) وغیرہ ہیں۔ ابن عدی کی کتاب گویا فنِ جرح وتعدیل میں آخری کتاب ہے۔ اس طبقے کے بعد ابوعلی حسین بن محمد نیشاپوری (م:۲۶۵ھ)، ان کی مسند معلل کے تیرہ سو اجزا ہیں، ابو الشیخ بن حبّان (م:۳۶۹ھ) ابو بکر اسماعیلی (م:۳۷۱ھ)، ابواحمد حاکم (م:۳۷۸ھ)، دارقطنی (م:۳۸۵ھ) وغیرہ ہیں۔ علل کی معرفت دارقطنی پر گویا ختم ہوگئی، ابن مندہ (م:۳۹۵ھ)، ابونصر کلاباذی (م:۳۹۸ھ) وغیرہ۔

پانچویں صدی

ابوعبید اللہ حاکم (م:۴۰۵ھ)، عبدالرحمٰن بن فطیس قاضیِ قرطبہ (م:۴۰۲ھ)، ان کی کتاب کا نام دلائل السنہ ہے۔ عبد الغنی بن سعید (م:۴۰۹ھ)، ابو بکر بن مردویہ اصفہانی (م:۴۱۶ھ)، پھر محمد بن ابی الفوارس بغدادی (م:۴۱۲ھ)، ابو بکر برقانی (م:۴۲۵ھ)، ابوحاتم عبدری، ان کے تلامذہ نے ان سے دس ہزار اجزاء لکھے، محمد بن خلف واسطی (م:۴۰۱ھ)، ابو مسعود دمشقی (م:۴۰۰ھ) حسن بن محمد خلاّل بغدادی (م:۴۳۹ھ)، ابویعلیٰ خلیلی (م:۴۴۶ھ)، ابن عبد البر اندلسی (م:۴۶۳ھ)، ابن حزم اندلسی (م:۴۵۶ھ)، بیہقی (م:۴۵۸ھ)، خطیب بغدادی (م:۴۶۳ھ)، پھر ابن ماکولا (م:۴۷۵ھ)، ابوالولید باجی (م:۴۷۴ھ)، ابوعبید اللہ حمیدی (م:۴۸۸ھ) وغیرہ ہیں۔

چھٹی صدی

پھر ابوالفضل بن طاہر مقدسی (م:۵۰۷ھ)، موتمن بن احمد (م:۵۰۷ھ)، شہرویہ دیلمی، ابو

موسیٰ مدینی (م:۵۸۱ھ)، ابوالقاسم بن عساکر دمشقی (م:۵۲۳ھ)، ابن بشکوال (م:۵۷۸ھ) ابوبکر حازمی (م:۵۸۴ھ) اور عبدالغنی مقدسی (م:۶۰۰ھ) وغیرہ۔

اس کے بعد

اس کے بعد اس فن کے ائمہ میں یہ حضرات زیادہ مشہور ہیں: ارباوی، ابو شامہ (م:۶۲۵ھ)، ابن مفضل مقدسی (م:۶۱۶ھ)، ابوالحسن بن قطان (م:۶۳۸ھ)، ابن الانماطی (م:۶۱۹ھ)، ابن نقطہ (م:۶۲۹ھ)، پھر ابن صلاح (م:۶۴۳ھ)، زکی الدین منذری (م:۶۵۶ھ)، ابوعبداللہ برزالی (م:۶۳۶ھ)، ابن ابار، ابن دقیق العید (م:۷۰۲ھ)، شرف میدولی، ابن تیمیہ (م:۷۲۸ھ)، اس کے بعد مزی (م:۸۷۲ھ)، ابن سید الناس، ابوعبداللہ بن ایبک ذہبی (م:۷۴۸ھ)، شہاب بن فضل اللہ (م:۷۴۹ھ)، مغلطائی (م:۷۶۳ھ)، شریف حسینی دمشقی، زین الدین عراقی (م:۸۰۶ھ)، ولی الدین عراقی، برہان الدین حلبی، ابن حجر عسقلانی (م:۸۵۲ھ) وغیرہ ہیں۔

یہ ہر دور کے مشہور ائمہ جرح وتعدیل کے نام ہیں، ورنہ ہر دور میں اس فن کے بہت سے علماء گزرے ہیں۔ ہر پچھلے دور کے لوگ پہلے دور کے لوگوں سے اس فن میں زیادہ محتاط رہے ہیں۔ فنِ جرح وتعدیل کے سلسلے میں نسبتاً طوالت سے کام لیا گیا ہے تاکہ دنیا کو معلوم ہو کہ احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اور ان کو صحیح طریقہ پر پہنچانے کے لیے علمائے امت نے کیا کیا جتن کیے ہیں۔ ایک ایک راوی کے حالاتِ زندگی معلوم کیے، اس کی داخلی وخارجی زندگی کا جائزہ لیا اور اس کے بارے میں جرح وتعدیل کے آرا کو ضبط کر کے ان کو مدون ومرتب کیا۔ واقعہ یہ ہے کہ دنیا کی کوئی قوم اپنے دینی علوم ومعارف کی حفاظت وصیانت اور تعلیم وتبلیغ کا اس قدر اہتمام وانتظام نہ کر سکی جس قدر کہ امت محمدیہ نے اس بارے میں کیا ہے۔ والحمد للہ ذٰلک۔

جرح وتعدیل اور رجال کی جامع کتابیں

جرح وتعدیل کی کتابوں میں سے بعض ثقات پر، بعض ضعفا پر، بعض مدلسین پر اور بعض عام رجالِ حدیث پر ہیں۔ ان میں سے بعض کتابیں کسی خاص کتاب کے رجال میں یا چند کتابوں کے رجال میں ہیں، ذیل میں ہم بعض مشہور کتابوں کا تذکرہ کرتے ہیں۔

ثقات وضعفا کی جامع کتابوں میں مشہور کتابیں یہ ہیں: الطبقات الکبری محمد بن سعد (م:۲۲۰ھ)، یہ کتاب اپنے موضوع کی سب سے بڑی اور جامع ہے، اس میں صحابہ وتابعین، بعد کے علماء ومحدثین اور فقہاء کے تذکرے ہیں، لیڈن اور بیروت سے چھپی ہے۔ علامہ سیوطی (م:۹۱۱ھ) نے ''انجاز الوعد المنتقیٰ من طبقات ابن سعد'' کے نام سے اس کا اختصار کیا ہے، طبقاتِ خلیفہ بن خیاط (م:۲۴۰ھ)، حال ہی میں شام سے چھپی ہے۔ طبقات امام مسلم بن حجاج (م:۲۶۱ھ)، تاریخِ ابن ابی خیثمہ (م:۲۷۹ھ)، یہ کتاب بڑے کام کی ہے۔ التاریخ الکبیر، الاوسط اور الصغیر امام بخاری (م:۲۵۶ھ)، تاریخِ کبیر حروف معجم کی ترتیب پر ہے، اس کی ابتدا محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے، حیدرآباد سے چھپ چکی ہے، تاریخِ صغیر الہ آباد میں چھپی تھی، تاریخِ اوسط سن وار ہے۔ مسلمہ بن قاسم نے تاریخ کبیر پر ایک جلد میں ذیل لکھا ہے اور ابن ابی حاتم رازی (م:۳۲۷ھ) نے ایک جلد میں تاریخ کبیر پر تنقید کی ہے، جس کا نام ''بیان خطأ البخاری فی تاریخه'' ہے اور حیدرآباد سے چھپی ہے، نیز ابن حاتم رازی نے اپنی مشہور کتاب الجرح والتعدیل لکھی، جس میں امام بخاری کا اسلوب اختیار کیا ہے، یہ بھی حیدرآباد سے چھپ گئی ہے۔ حسین بن ادریس انصاری ہروی المعروف بہ ابن خرم (م:۳۰۱ھ) نے بھی تاریخِ بخاری کے انداز پر ایک تاریخ لکھی ہے۔ علی بن مدینی (م:۲۳۲ھ) کی تاریخ دس اجزا میں ہے۔ ابن حبان (م:۳۵۴ھ) نے بھی ایک کتاب اصحابِ تاریخ کے اوہام میں دس اجزا میں لکھی ہے۔ ابومحمد بن عبد اللہ بن علی بن جارود کی ایک کتاب جرح وتعدیل میں ہے، اسی طرح امام مسلم کی ''رواۃ الاعتبار''، امام نسائی کی ''التمییز''، ابویعلیٰ خلیلی (م:۴۴۶ھ) کی الارشاد، عماد بن کثیر کی ''التکمیل فی معرفة الثقات و الضعفاء و المجاهیل'' ہے، اس میں ابن کثیر نے مزی کی تہذیب اور ذہبی کی میزان الاعتدال کو اضافے کے ساتھ جمع کردیا ہے، یہ کتاب محدث وفقیہ دونوں کے لیے نہایت مفید ہے۔ ذہبی کی تاریخ، اسماعیل بن عمر ابن کثیر دمشقی (م:۷۷۴ھ) کی ''التکمیل''، عمر بن علی بن الملقن کی طبقات المحدثین، جس میں انہوں نے اپنے زمانے تک کے محدثین کا تذکرہ کیا ہے۔ ان کی ایک اور کتاب الاکمال فی معرفة الرجال بھی ہے۔

کتب ثقات

کتاب الثقات عجلی (م:۲۶۱ھ)، کتاب الثقات خلیل ابن شاہین، اس کا قلمی نسخہ بمبئی میں موجود ہے۔ الثقات ابو حاتم بن حبّان بُستی، یہ کتاب حیدر آباد سے چھپی ہے، جس میں ثقات تابعین کا تذکرہ ہے۔ کتاب الثقات زین الدین قاسم بن قطلو بغا حنفی رومی (م:۸۷۹ھ)، یہ کتاب چار جلدوں میں ہے، اس میں اُن رواۃ ورجال کے اسماواحوال ہیں جن کے نام صحاح ستہ میں نہ آسکے۔ اسی قسم میں وہ کتابیں بھی شامل ہیں جو طبقاتِ حفاظِ حدیث پر ہیں، اس موضوع پر علماء کی ایک جماعت نے کتابیں لکھی ہیں، جیسے امام ذہبی، ابن الدباغ (م:۵۴۶ھ)، ابن مفضل، ابن حجر عسقلانی، سیوطی (م:۹۱۱ھ)، امام ذہبی کی تذکرۃ الحفاظ، چار جلدوں میں حیدر آباد میں دو بار چھپی ہے، اس پر تقی الدین بن فہد مکی، محمد بن محمد بن ہاشمی (م:۸۹۰ھ) اور سیوطی نے ذیل لکھے ہیں، یہ تینوں کتابیں مصر میں ایک ساتھ چھپ گئی ہیں۔

کتب ضعفا

کتاب الضعفاء امام بخاری، کتاب الضعفاء والمتروکین امام نسائی، امام ابو الفرج عبد الرحمٰن بن علی جوزی (م:۵۹۷ھ) کی کتاب ضعفا میں بہت بڑی اور جامع ہے، امام ذہبی نے اس کا اختصار کیا ہے اور اس کا ذیل لکھا ہے، نیز علاء الدین مغلطائی (م:۷۶۲ھ) نے اس کا ذیل لکھا۔ کتاب الضعفاء محمد بن عمر عقیلی (م:۳۲۲ھ) مفید کتاب ہے۔ امام حسن بن محمد صغانی لاہوری (م:۶۵۰ھ) اور محمد بن حبّان بُستی کی کتابیں اس سلسلے میں جامع ہیں۔ احمد بن عدی کی کتاب ''الکامل'' ضعفا کے موضوع پر سب سے مکمل اور بڑی کتاب ہے، اسے ائمہ کا اعتماد حاصل ہے۔ ابو العباس احمد بن محمد اشبیلی المعروف بہ ابن الرومیہ (م:۶۳۷ھ)، دار قطنی، حاکم اور علاء الدین ماردینی (م:۷۵۰ھ) نے بھی الضعفاء کے نام سے کتابیں لکھی ہیں۔ ذہبی کی میزان الاعتدال بھی جامع ہے، ہندوستان اور مصر سے طبع ہو چکی ہے۔ حافظ زین الدین عراقی نے دو جلدوں میں اس کا ذیل لکھا ہے اور حافظ ابن حجر نے تہذیب الکمال سے ناموں کو چن کر اور دوسرے مستقل تراجم و مافات کو تلاش کر کے لسان المیزان لکھی، جو حیدر آباد سے طبع ہو چکی ہے، اس سلسلہ میں حافظ ابن حجر نے دو اور کتابیں لکھی ہیں: تقویم اللسان اور تحریر المیزان۔ کتب مذکورہ کے علاوہ ضعفا کے

بیان میں اور بھی بہت سی کتابیں ہیں۔

کتب مدلسین

امام شافعی کے تلمیذ امام حسن بن علی کرابیسی (م:۲۴۸ھ) نے سب سے پہلے مدلسین کے موضوع پر مستقل کتاب لکھی، ان کے بعد دارقطنی اور نسائی کی کتابیں ہیں۔ امام ذہبی نے مدلسین کے سلسلے میں کچھ اشعار لکھے، پھر ان کے شاگرد احمد بن ابراہیم مقدسی نے امام علائی کی کتاب جامع التحصیل سے اس میں بہت کچھ اضافہ کیا، نیز علائی کی کتاب کے حاشیہ پر زین الدین عراقی (م:۸۰۶ھ) نے کچھ مدلسین کا اضافہ کیا، پھر ان کے لڑکے ولی الدین عراقی نے اسے حواشی سے علیحدہ کر کے علائی کی کتاب میں شامل کر دیا، بلکہ اس میں بہت کچھ اضافہ کر کے مستقل تصنیف بنا دیا۔ اس کے بعد ابراہیم بن محمد حلبی (م:۸۴۱ھ) نے التبیین فی اسماء المدلِّسین کے نام سے ایک کتاب لکھی، جس میں ان تینوں کتابوں پر اضافہ کیا۔ علائی کی کتاب میں کل اڑسٹھ مدلسین کا تذکرہ تھا، عراقی کے صاحبزادے نے ان میں تیرہ کا اضافہ کیا اور حلبی نے بتیس کا اضافہ کیا، اس کے بعد حافظ ابن حجر نے مزید انتالیس کا اضافہ کیا اور ان سب کی مجموعی تعداد ایک سو باون ہوگئی۔ سیوطی نے بھی ایک رسالہ اسماء المدلسین لکھا ہے۔

کتب مخصوصہ کے رجال پر کتابیں

رجال البخاری احمد بن محمد کلاباذی (م:۳۹۸ھ)، رجال البخاری محمد بن داؤد کردی (م:۹۲۵ھ)، رجال مسلم احمد بن علی المعروف بہ ابن منجویہ (م:۴۲۸ھ)، رجال مسلم احمد بن علی اصفہانی (م:۲۶۹ھ)، محمد بن طاہر مقدسی (م:۵۰۷ھ) نے بخاری و مسلم دونوں کے رجال کو ایک کتاب "الجمع بین رجال الصحیحین" میں جمع کیا، نیز مقدسی نے اس میں ابن منجویہ اور کلاباذی کی کتابوں کو جمع کر کے اضافہ کیا اور اس کی ترتیب حروف پر رکھی، یہ کتاب حیدرآباد میں چھپ چکی ہے۔ ہبۃ اللہ لالکائی (م:۴۱۸ھ) نے بھی صحیحین کے رجال پر ایک کتاب لکھی ہے۔ سنن کی کتابوں کے رجال کو ابوداؤد حسین بن محمد حبانی (م:۴۹۸ھ) نے ایک مستقل کتاب میں جمع کیا ہے۔ سیوطی نے مؤطا امام مالک کے رجال کو اسعاف المبطا میں بیان کیا ہے، جو ان کی تنویر الحوالک شرح مؤطا امام مالک کے ساتھ مصر سے چھپی ہے۔ محمد بن عبداللہ الخطیب صاحبِ مشکوٰۃ

نے مشکوۃ المصابیح کے رجال کو جمع کیا ہے۔ حافظ ابن حجر نے رجال الاربعۃ کے نام سے موطا امام مالک، مسند امام شافعی، مسند امام احمد اور مسند امام ابو حنیفہ کے رجال کو جمع کیا ہے۔ احمد بن احمد کردی (م:۷۶۳ھ) نے ''رجال السنن الاربع'' یعنی ترمذی، نسائی، ابو داؤد اور ابن ماجہ کے رجال کو یک جا کیا ہے۔ ابو محمد عبد الغنی بن عبد الواحد بن سرور مقدسی (م:۶۰۰ھ) نے صحاح ستہ کے رجال کو ''الکمال فی معرفۃ الرجال'' میں ذکر کیا، پھر جمال الدین یوسف بن زکی الدین مزی (م:۷۴۲ھ) نے اس کی تہذیب و تنقیح کر کے تہذیب الکمال لکھی، یہ کتاب تیرہ جلدوں میں تھی، اپنے باب میں یہ کتاب بے مثال ہے۔ عمر بن علی بن الملقن (م:۸۰۵ھ) نے ''اکمال التہذیب'' لکھی، امام سیوطی نے ''زوائد الرجال علی تہذیب الکمال'' نامی کتاب لکھی، مزی کی تہذیب الکمال کے مختصرات بہت ہیں، چنانچہ ذہبی کی ایک کتاب الکاشف بھی ان ہی میں سے ہے، اس کے مقدمے میں ذہبی نے لکھا ہے کہ یہ مختصر کتاب کتب ستہ یعنی صحیحین اور چاروں سنن کے رجال میں ہے اور مزی کی کتاب کا انتخاب ہے، اس میں صرف صحاح ستہ کے ان ہی رجال کا ذکر ہے جن کی روایات ان میں موجود ہیں، ان کے علاوہ مزی کی کتاب کے اور رجال کا ذکر نہیں ہے، مزی کی تہذیب الکمال کے مختصرات میں حافظ ابن حجر کی تہذیب التہذیب ہے، جو ذہبی کی الکاشف سے زیادہ جامع ہے، ابن حجر نے اپنی طرف سے بعض تراجم کا اضافہ بھی کیا ہے، یہ کتاب حیدر آباد سے چھپ چکی ہے، پھر حافظ ابن حجر نے تہذیب التہذیب کا اختصار تقریب التہذیب کے نام سے کیا، یہ کتاب پہلے ہندوستان میں متعدد بار چھپی تھی اور اب مصر میں بھی چھپ گئی ہے۔ اس موضوع پر حافظ ابو المحاسن دمشقی (م:۷۶۵ھ) نے ''التذکرۃ فی رجال العشرۃ'' کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے۔

کتب وفیات محدثین

رجال کی بہت سی کتابوں میں صرف محدثین و رجال کی وفیات بیان کی گئی ہیں، سب سے پہلے حافظ ابو سلیمان محمد بن عبد اللہ نے رواۃِ حدیث کے سنینِ وفات جمع کیے اور سن ایک ہجری سے ۳۳۸ھ تک یہ کام کیا۔ حافظ ابو محمد بن عبد العزیز کتانی (م:۴۶۶ھ) نے اس کا ذیل لکھا اور کتانی کے اس ذیل پر ہبۃ اللہ احمد اکفانی نے ایک معمولی سا ذیل لکھا جو ۴۸۵ھ تک تقریباً بیس سال پر

مشتمل ہے، پھر اکفانی کی کتاب پر علی بن مفضل مقدسی (م:۶۱۱ھ) نے ۵۸۱ھ تک ذیل لکھا۔ ابن مفضل کے اس ذیل پر عبدالعزیز بن عبدالقوی منذری (م:۶۵۶ھ) نے تین جلدوں میں التکملة لوفیات النَقَلَة کے نام سے ایک بڑا ذیل لکھا، منذری کے اس ذیل پر ان کے شاگرد عزالدین احمد بن محمد نے ۶۷۴ھ تک ذیل لکھا، عزالدین کے ذیل پر احمد بن ایبک دمیاطی نے ۷۴۹ھ تک ذیل لکھا اور ابن ایبک کے ذیل پر حافظ زین الدین عبدالرحیم عراقی (م:۸۰۶ھ) نے ذیل لکھا۔ یہ تمام کتابیں رجالِ حدیث کے سنِ وفات کے مطابق سنین وشہور پر مرتب کی گئی ہیں اور ان کی ترتیب حروف تہجی پر نہیں ہے۔ فن اسماء الرجال کے اس شعبے میں قاسم بن محمد دمشقی برزالی (م:۷۳۸ھ) کی تاریخ سب سے بہتر کتاب ہے، تقی الدین بن رافع نے ۷۳۷ھ سے ۷۷۴ھ تک اس کا ذیل لکھا ہے اور اس ذیل پر تقی الدین بن حجر نے ذیل لکھا ہے، نیز مبارک بن احمد انصاری کی وفیات الشیوخ اور ابراہیم بن اسماعیل حبّال کی کتاب الوفیات اس فن کی اچھی کتابیں ہیں۔

کتب اسماوکنیٰ اور القاب

بعض رواۃِ حدیث اپنے نام کے ساتھ مشہور ہوئے، ان کی کنیت اور لقب کو ان کی شہرت میں دخل نہیں ہے، بعض اپنے لقب یا کنیت سے مشہور ہوئے اور ان کا نام دب گیا۔ اس لیے محدثین نے رواۃِ حدیث کے اسماءوالقاب اور کُنیٰ پر کتابیں لکھیں، تاکہ ان میں اشتباہ نہ ہو اور ایک راوی کے اسم ولقب اور کنیت کو دوسرے کا اسم ولقب اور کنیت نہ سمجھا جائے۔ اس طرح ثقہ راوی کو ضعیف اور صادق کو کاذب یا اس کے خلاف نہ شمار کیا جائے، اس بارے میں علی بن مدینی، نسائی، حاکم، ابن عبدالبر اور دوسرے بہت سے علماء نے کتابیں لکھیں، امام ذہبی نے ایک کتاب المقتنیٰ فی سرد الکُنیٰ لکھی، یہ اس فن کی سب سے بڑی کتاب ہے۔ جو راوی اپنے نام سے مشہور ہیں، ان کی کنیت پر ابوحاتم بن حبان بستی نے کتاب لکھی، القاب رواۃ پر لکھنے والوں میں ابوبکر شیرازی (م:۴۰۷ھ) ہیں، ابوالفضل نے منتہی الکمال لکھی، نیز ابن جوزی اور ابن حجر نے اس موضوع پر کتابیں تصنیف کیں، کتاب الکُنیٰ والاسماء ابوبشر دولابی کی حیدرآباد سے چھپی ہے، امام نووی کی تہذیب الاسماء واللغات مصر میں طبع ہوئی ہے۔

موتلف، مختلف، متفق، مفترق اور مشتبہ اسماوانساب پر کتابیں

بعض اسماوانساب میں الفاظ کی خطی صورت ایک ہوتی ہے، مگر صیغے اور صورت میں اختلاف ہوتا ہے، مثلاً سلام اور سلّام، پہلا لام کی تخفیف اور دوسرا لام کی تشدید کے ساتھ، صورۃً دونوں الفاظ ایک معلوم ہوتے ہیں حالانکہ دونوں جدا جدا ہیں، ایسے اسم کو موتلف ومختلف کہتے ہیں۔ بعض اسما میں لفظ اور خط دونوں ایک ہوتے ہیں، مگر متعدد راویوں کے نام ہوتے ہیں، یعنی اسم ایک اور مسمی کئی ہوتے ہیں، جیسے خلیل بن احمد کئی لوگوں کا نام ہے، ایسے لفظ کو متفق ومفترق کہا جاتا ہے۔ بعض اسما میں لفظ وخط ہم جنس ہوتے ہیں، مگر آباؤ وانساب میں خطاً مشابہ ہونے کے باوجود لفظاً مختلف ہوتے ہیں، جیسے محمد بن عَقِیل قاف کے کسرے کے ساتھ اور محمد بن عُقَیل قاف کے فتحے کے ساتھ یا شریح بن نعمان شین اور حا کے ساتھ اور سریج بن نعمان سین اور جیم کے ساتھ، یعنی پہلا اسم شین اور حا سے اور دوسرا اسم سین اور جیم سے، ایسے لفظ کو مشتبہ کہتے ہیں۔

ان اختلافات کی شناخت فنِ حدیث میں بڑا اہم کام ہے۔ ابن مدینی کا قول ہے کہ سخت ترین غلطی یہ ہے کہ اسما کے بارے میں غلطی ہو جائے، کیونکہ قیاس وظن کو دخل نہیں ہے، نہ کوئی ایسی چیز ہوتی ہے جس سے صحیح اسم کا پتہ چل سکے، اس وجہ سے راویوں میں اختلاط واشتباہ ہو جاتا ہے اور ان کے بارے میں غلط فہمی پیدا ہو جاتی ہے۔ اسی لیے مذکورہ بالا جملہ اقسام میں محدثین نے کتابیں لکھی ہیں، چنانچہ موتلف ومختلف میں ابو احمد عسکری نے ایک کتاب لکھی اور اسے اپنی کتاب التصحیف کا ایک حصہ قرار دیا، اس کے بعد عبد الغنی بن سعید (م: ۴۰۹ھ) نے مستقل کتاب تصنیف کی، اس سلسلے میں ان کی دو کتابیں ہیں: ایک مشتبہ الاسماء میں اور دوسری مشتبہ الانساب میں، نیز ان کے شیخ دار قطنی (م: ۳۸۵ھ) نے ایک بڑی کتاب لکھی تھی، پھر ابو بکر احمد بن علی خطیب بغدادی (م: ۴۶۳ھ) نے ایک ذیل ''المو تلف لتکملة المختلف'' لکھا، اس میں خطیب نے اپنے پیش روؤں کی کتابوں پر استدراک کر کے ان کے اوہام کو جمع کیا، یہ کتاب اس بارے میں سب سے زیادہ جامع اور محدثین کے نزدیک معتمد ہے۔ پھر خطیب کی کتاب پر محمد بن عبد الغنی المعروف بہ ابن نقطہ حنبلی (م: ۶۲۹ھ) نے استدراک کے طور پر مستقل کتاب لکھی اور ابن نقطہ کی اس کتاب پر منصور بن سلیم (م: ۶۷۳ھ) نے ایک جلد میں ذیل لکھا، اسی طرح ابو محمد بن علی

دمشقی (م:۷۸۰ھ) نے اس کا ذیل لکھا اور ان دونوں کے ذیل پر حافظ علاء الدین مغلطائی (م:۷۶۳ھ) نے ایک ذیل لکھا، مگر انہوں نے رواۃِ حدیث کے مقابلے میں شعرا کے اسماء القاب اور انسابِ عرب کو زیادہ ذکر کیا ہے۔ خطیب بغدادی تک کی جملہ کتبِ موتلف ومختلف کو سامنے رکھ کر امیر ابونصر علی بن ہبۃ اللہ بن ماکولا نے ایک کتاب الاکمال لکھی جو اس وقت کی تمام کتابوں کی جامع ہے۔ علامہ ذہبی نے کتاب المشتبۃ فی الرجال واسمائھم وانسابھم لکھی مگر اس میں تصحیف کثرت سے ہوگئی اور ان غلطیوں کو حافظ ابن حجر نے ''تبصیر المتنبۃ بتحریر المشتبۃ'' میں واضح کیا، جس میں اسما کے حروف کو ضبط کر کے ذہبی کی فروگزاشتوں کو واضح کر دیا ہے۔ ذہبی کی یہ کتاب پہلے یورپ میں ایک جلد میں اور بعد میں مصر سے کئی جلدوں میں چھپی ہے۔ اس باب میں علی بن عثمان ماردینی (م:۷۴۰ھ)، یحییٰ بن علی مصری (م:۴۱۶ھ)، محمد بن احمد ابیوروی (م:۵۰۷ھ) اور عبد الرزاق ابن الفوطی (م:۷۲۳ھ) نے کتابیں لکھی ہیں۔ علامہ محمد طاہر گجراتی کی کتاب ''المغنی فی المشتبہ'' چھپ چکی ہے۔ متفق ومفترق کے موضوع پر خطیب بغدادی نے کتاب المتفق والمفترق لکھی، نیز خطیب نے مشتبہ الاسماء پر تلخیص المتشابہ لکھی، پھر خود ہی اس کا ذیل لکھا، یہ کتاب نہایت مفید ہے۔

علمِ ناسخ ومنسوخ

اگر حدیث مقبول کے مقابلے میں دوسری حدیث معارض نہ ہو تو اسے محکم کہتے ہیں، اگر اس کے مقابلے میں اسی جیسی دوسری حدیث معارض ہو اور دونوں میں تطبیق وجمع ممکن ہو تو اسے مختلف الحدیث کہتے ہیں۔ اگر صورت یہ ہو کہ دونوں حدیثوں میں جمع وتطبیق نہ ہو سکے تو ان میں سے جس حدیث کا تاخر ثابت ہو اور معلوم ہو کہ یہ بعد کی ہے تو وہ ناسخ ہے اور پہلی حدیث منسوخ ہے۔ ناسخ ومنسوخ احادیث کے بارے میں علماء نے بہت سی کتابیں لکھیں، چند مشاہیر یہ ہیں:

احمد بن اسحاق دیناری (م:۳۱۸ھ)، محمد بن بحر اصفہانی (م:۳۲۲ھ)، حمد بن محمد نحاس (م:۳۳۸ھ)، ابو قاسم بن اصبغ (م:۳۴۰ھ)، محمد عثمان المعروف مجد شیبانی، ہبۃ اللہ بن سلامہ (م:۴۱۰ھ)، محمد بن موسیٰ حازمی (م:۵۸۴ھ)، ان کی کتاب کا نام ''الاعتبار فی

ناسخ الحدیث ومنسوخہ" ہے، ابو حفص عمر بن شاہین (م: ۳۸۵ھ)، ان کی کتاب کو ابراہیم بن علی المعروف بہ ابن عبدالحق (م: ۷۴۴ھ) نے مختصر کیا ہے، عبدالکریم بن ہوازن قشیری وغیرہ وغیرہ۔

علم تلفیق حدیث

تلفیقِ حدیث وہ علم ہے جس میں بظاہر متناقض احادیث میں تطبیق وتوفیق دی جاتی ہے، کبھی حدیثِ عام کو خاص کر کے، کبھی مطلق کو مقید کر کے یا پھر بظاہر متناقض حدیثوں کو متعدد واقعات پر محمول کر کے تطبیق دی جاتی ہے۔ الغرض احادیث کے تناقض کو تطبیق کے ذریعے ختم کرنے کو تلفیقِ حدیث کہتے ہیں۔

اس فن کے مشہور علماء و مصنفین یہ ہیں: امام شافعی (م: ۲۰۴ھ)، امام صاحب نے ایسی تمام حدیثوں کا استقصا واستیعاب نہیں کیا ہے۔ عبداللہ بن مسلم المعروف بہ ابن قتیبہ (م: ۲۶۳ھ)، ابو یحیٰ زکریا بن یحیٰ ساجی (م: ۳۰۷ھ)، امام طحاوی (م: ۳۲۱ھ)، امام ابن جوزی (م: ۵۹۷ھ) ان کی کتاب کا نام "التحقیق فی احادیث الخلاف" ہے اور ابراہیم بن علی بن عبدالحق (م: ۷۴۴ھ) نے اس کا اختصار کیا ہے۔

علم علل حدیث

علومِ حدیث میں احادیث کے علل کی معرفت نہایت اجل وادق اور محترم فن ہے، جن کو اللہ تعالیٰ نے احادیث اسانید ومتون میں فہم ثاقب اور ذہن رسا کو ملکۂ راسخہ عطا فرمایا ہے، وہی اس فن سے حصہ پاتے ہیں، اسی لیے اس میں بہت کم باخبر ہوتے ہیں۔ عللِ حدیث ان خفیہ وغامض اسباب کو کہتے ہیں جن کی وجہ سے حدیث کی صحت میں خلل پیدا ہو جاتا ہے، جیسے منقطع حدیث کا وصل، یا موقوف حدیث کا رفع، یا ایک حدیث کو دوسری حدیث میں داخل کر دینا وغیرہ وغیرہ۔ اس فن کے مشاہیر یہ حضرات ہیں:

ابن مدینی (م: ۲۳۴ھ)، ابن ابی حاتم رازی (م: ۳۲۷ھ)، ان کی کتاب دو جلدوں میں

چھپ چکی ہے، خلاّل (م:۳۱۱ھ)، امام مسلم (م:۲۶۱ھ)، علی بن عمر دار قطنی (م:۳۷۵ھ)، محمد بن عبداللہ حاکم (م:۴۰۵ھ)، ابوعلی حسن بن محمد زجاجی اور ابن جوزی وغیرہ۔

علم مصطلح حدیث

اغلب یہ ہے کہ علومِ حدیث یا مصطلحاتِ حدیث میں سب سے پہلے قاضی ابومحمد رامہرمزی (م:۳۶۰ھ) نے ''المحدث الفاصل بین الراوی و الواعی ''لکھی، گوان سے پہلے مصطلحاتِ حدیث میں بعض کتابیں لکھی گئیں، مگر وہ بعض مباحث و مصطلحات پر مشتمل تھیں، رامہرمزی کی یہ کتاب اگرچہ پورے مصطلحات کا استیعاب نہ کرسکی، مگران کے زمانے تک جتنا کچھ لکھا جاچکا تھا ان کی جامع ہے، اس کے بعد علماء نے اس فن میں کثرت سے کتابیں لکھیں، ان میں سب سے پہلے محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری نے ایک مفصل کتاب معرفۃ علوم الحدیث لکھی، جو پچاس انواع پر مشتمل ہے، مگر ترتیب وتہذیب کے لحاظ سے قابل اصلاح تھی، یہ کتاب حیدرآباد سے اوراس کی نقل بیروت سے چھپ چکی ہے۔اس کے بعد ابونعیم اصفہانی نے حاکم کی کتاب پر ایک کتاب بطور استخراج کے لکھی، مگر انہوں نے بھی کچھ باتیں چھوڑ دیں۔ خطیب بغدادی (م:۴۶۳ھ) نے روایت کے آداب وقوانین پر ایک کتاب ''الکفایۃ فی ادب الروایۃ'' لکھی، جوحیدرآباد میں چھپ گئی ہے، نیز ''الجامع لآداب الشیخ و السامع ''کے نام سے ایک کتاب لکھی، اس کے علاوہ حدیث کے ہر ہر فن میں کتابیں لکھیں، اسی لیے ابن نقطہ کا قول ہے کہ ہر منصف مزاج آدمی یہی فیصلہ کرے گا کہ خطیب کے بعد محدثین ان کے عیال ہیں۔خطیب کے بعد بہت سے علماء نے حدیث کے فنون پر کتابیں لکھیں، چنانچہ قاضی عیاض (م:۵۴۴ھ)، نے ''الالماع'' کے نام سے چھوٹی سی کتاب لکھی، ابوحفص میانجی نے ''ما لایسع المحدث جھلہ ''کے نام سے کتاب لکھی، پھر حافظ ابوعمرو عثمان بن عبدالرحمٰن المعروف بہ ابن صلاح (م:۶۴۳ھ) نے اپنی مشہور کتاب لکھی جو مقدمۂ ابن صلاح کے نام سے مشہور ہے، ہندوستان اور مصر میں بار بار چھپ چکی ہے، اس کتاب میں ابن صلاح نے ۶۵ انواع میں اس فن کو بیان کیا ہے، علماء نے اس پر خاص توجہ کی، کسی نے معارضہ کیا توکسی نے ہم نوائی کی، کسی نے مختصر کیا توکسی

نے شرح کی اور کسی نے اس پر استدراک لکھا۔ محی الدین یحییٰ بن شرف نووی (م:۶۷۶ھ) نے الارشاد کے نام سے اس کا اختصار کیا، پھر اس اختصار کا اختصار ''التقریب والتیسیر'' کے نام سے کیا۔ علامہ سیوطی (م:۹۱۱ھ) نے نووی کی تقریب کی شرح ''تدریب الراوی فی شرح تقریب النووی'' کے نام سے کی، یہ اس کی بہت ہی بڑی شرح ہے۔ حافظ زین الدین عبدالرحیم بن حسین عراقی (م:۸۰۵ھ) نے الفیۃ لکھ کر مقدمۂ ابن صلاح کی تلخیص کے ساتھ اضافہ بھی کیا، الفیۃ کا پہلا شعر یہ ہے:

یقول راجی ربه المقتدر
عبد الرحيم بن الحسين الاثری

۵۶۰ھ میں مکمل کر کے خود ہی اس کی شرح فتح المغیث کے نام سے کی، جو ۷۷۱ھ میں مکمل ہوئی، فتح المغیث ہندوستان وغیرہ سے چھپ چکی ہے، برہان الدین ابراہیم بن عمر بقاعی (م:۸۵۵ھ) نے فتح المغیث کا حاشیہ لکھا، جس کا نام ''النکت الوفیۃ بما فی شرح الالفیۃ'' رکھا۔ بقاعی نے اس میں اپنے شیخ حافظ ابن حجر کے بیان کردہ فوائد درج کیے، یہ حاشیہ اصل کتاب کا تقریباً نصف تھا۔ الفیۃ العراقی کی بہت سی شرحیں لکھی گئیں، جن میں بہترین شرح محمد بن عبدالرحمٰن سخاوی (م:۹۰۲ھ) کی ہے۔ امام سیوطی نے بھی اس فن میں ایک منظوم الفیۃ لکھی ہے، جس میں بہت سے فوائد درج کیے۔ حافظ ابن حجر (م:۸۵۲ھ) کی کتاب نخبۃ الفکر فی مصطلح اہل الاثر مختصر اور جامع، بہترین متن ہے، پھر حافظ ابن حجر ہی نے اس کی شرح نزہۃ النظر فی توضیح نخبۃ الفکر کے نام سے لکھی، جو عام طور سے پڑھی پڑھائی جاتی ہے، دوسرے کئی علماء نے بھی نخبۃ الفکر کی شرحیں لکھی ہیں۔ احمد بن صدقہ (م:۹۰۵ھ) اور محمد ابن اسحاق مقدسی حوالی (م:۹۰۰ھ) نے اس کو نظم کیا ہے، بعد میں بہت سے علماء نے علومِ حدیث میں کتابیں لکھی ہیں، جیسے محمد بن منغلوطی (م:۷۰۲ھ)، ابن الملقن (م:۸۰۴ھ) اور ابن الحریری (م:۸۳۳ھ) نے، شیخ ابوالفیض محمد بن علی فاسی مکی نے اس فن میں ایک نہایت ہی مفید، مختصر اور جامع کتاب ''جواہر الاصول فی علم حدیث الرسول'' لکھی ہے، جس میں تدریب الراوی اور مقدمۂ ابن صلاح کے علاوہ اس فن کی دوسری کتابوں کے محتویات آ گئے ہیں اور اضافے بھی ہیں۔ اس کے قلمی نسخے موجود ہیں اور راقم نے اس کی تعلیق وتصحیح کی ہے، آخر میں علامہ شیخ طاہر جزائری کی کتاب ''توجیہ النظر فی اصول الاثر''

اس باب میں نہایت بہتر اور جامع کتاب ہے۔

تخریج احادیث

علمائے امت نے علومِ حدیث میں ہر قسم کی آسانیاں فراہم کردی ہیں اور کوئی گوشہ اس فن کا خالی نہیں چھوڑا۔ تفسیر وفقہ اور دوسرے دینی امور ومعاملات میں جو کتابیں دائر وسائر ہیں، ان میں بکثرت ایسی احادیث وارد ہوئی ہیں جن کی سند نہیں بیان کی گئی ہے اور نہ اصل کتاب اور ماخذ کا ذکر کیا گیا ہے، ان کو دیکھ کر معلوم نہیں ہوتا کہ صحت وسقم کے اعتبار سے ان احادیث کا کیا درجہ ہے؟ ان سے استدلال صحیح ہے یا نہیں؟ اگر ایسی احادیث کی تخریج پڑھنے والوں پر چھوڑ دی جائے تو بڑی مشکل پیش آجائے گی، اس لیے علماء نے اس قسم کی کتابوں کو سامنے رکھ کر ان کی احادیث کو کتاب میں جمع کیا، ہر حدیث کے راوی کا ذکر کیا، ان کے درجات قائم کیے اور اصل کتاب کا حوالہ دیا، تاکہ ہر پڑھنے والا آسانی سے ہر حدیث کے بارے میں صحیح فیصلہ کرسکے، احادیث کی تخریج میں امت میں کثرت سے کتابیں لکھی گئیں، ہم مثال کے طور پر چند کتبِ تخریج کو بیان کرتے ہیں، تاکہ علومِ حدیث کے اس شعبہ کے بارے فی الجملہ معلومات ہوجائیں:

تخریج احادیث الکشاف جمال الدین محمد بن عبداللہ حنفی (م:۷۶۲ھ)، یہ علامہ جار اللہ زمخشری کی مشہور تفسیر الکشاف کی احادیث کی تخریج ہے اور ایک جلد میں ہے۔ الفتح الحاوی بتخریج احادیث البیضاوی شیخ عبدالرؤف مناوی (م: بعد ۹۰۰ھ)۔ یہ تفسیر بیضاوی کی احادیث کی تخریج ہے۔ ''الطرق والوسائل الی معرفة خلاصة الدلائل'' احمد بن عثمان ترکمانی (م:۷۴۴ھ)، یہ فقہ حنفی کے مشہور متن مختصر القدوری کی تخریج اور شرح ہے۔ تخریج احادیث الہدایہ محمد بن عبداللہ (م:۷۷۵ھ) اور نصب الرایہ فی تخریج احادیث الہدایہ عبداللہ بن یوسف زیلعی (م:۷۶۲ھ)، یہ دونوں کتابیں فقہ حنفی کی مشہور کتاب ہدایہ کی احادیث کی تخریج میں ہیں، نصب الرایہ پہلے دو جلدوں میں ہندوستان سے چھپی تھی، پھر مجلس علمی کے زیر اہتمام چار جلدوں میں مصر میں طبع ہوئی۔ الدرایہ فی تخریج احادیث الہدایہ حافظ ابن حجر، یہ ہندوستان میں ہدایہ کے حاشیے پر چھپی ہے اور جن احادیث کی تخریج میں حافظ ابن حجر کامیاب نہ ہوسکے، قاسم

قطلو بغا حنفی رومی نے ان کی تخریج ایک رسالے میں کی، یہ مصر سے چھپ گیا ہے۔ "خلاصۃ البدر المنیر فی تخریج احادیث الشرح الکبیر الوجیز" سراج الدین عمر بن علی ابن الملقن، اس میں فقہ شافعی کی مشہور کتاب الوجیز کی شرح کی، احادیث کی تخریج سات جلدوں میں ہے، حافظ ابن حجر نے اس کی تلخیص اضافے کے ساتھ کی ہے، اور مقدمے میں لکھا ہے کہ مجھے امید ہے کہ فقہا کی استدلالی احادیث کی تخریج میں یہ کتاب سب سے بڑی ہوگی، پہلے ہندوستان میں پھر مصر میں چھپ گئی۔ تخریج احادیث المنہاج، ابن الملقن، المنہاج فقہ شافعی کی مشہور کتاب ہے اس میں اس کی احادیث کی تخریج ہے۔ "المغنی عن الاسفار فی تخریج ما فی الاحیاء من الاخبار" عبدالرحیم بن حسین عراقی (م:۸۰۶ھ)، یہ امام غزالی کی کتاب احیاء العلوم کی احادیث وآثار کی تخریج ہے۔ احیاء العلوم میں ضعیف اور اصل آثار واخبار بکثرت ہیں، اس لیے یہ کتاب بہت مفید ہے، مصر میں احیاء العلوم کے حاشیے پر چھپی ہے۔ "ادراک الحقیقة فی تخریج احادیث الطریقة" علی بن حسن بن صدقہ مصری یمانی، اس کی تالیف سے مصنف ۱۰۵اھ میں فارغ ہوئے۔

طُوبٰى لِمَنْ عَمِلَ بِعِلْمِهٖ وَأَنْفَقَ الْفَضْلَ مِنْ مَّالِهٖ

(بیہقی، کبریٰ، ج۴، ص۱۸۲، رقم ۷۵۷۲)

اس شخص کے لئے خوش خبری ہے جس نے اپنے علم پر عمل کیا اور ضرورت سے زائد مال (راہ خدا میں) خرچ کیا۔

منجانب

(مولانا) خالد محمود

استاد جامعہ خیر العلوم، خیر پور ٹامیوالی